Vol. 5No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

# سماجی تذکیریت کے تناظر میں ناول ”خواب گر“ کا تجزیاتی مطالعہ

# KHAWAB GAR NOVEL IN THE CONTEXT OF SOCIAL CONSCIOUSNESS

[1]ڈاکٹر سائرہ بتول [2]، پروفیسر ڈاکٹر محمد احمد قادری [3]، ڈاکٹر روبینہ پروین

***ABSTACT:***

*An Analytical Study of Altaf Fatima's novel "KHAWAB GAR" in the perspective of social masculinity."*
*Th novel "Khawab Gar" penned by the famous writer Altaf Fatima is spread over 303 pages and divided into 29 chapters was first published by Feorzson's in 2005 from Lahore. Though the novelist admitted of it not being upto her standard and expectation, she never explained as to what precisely lacked in it, despite the fact that she took years to conceive its plot and contents. Unlike the West where masculinity implies social and financial dominance of men over women, this phenomenon is perceived and gets demonstrated quite differently in the Eastern culture as at times women do have precedence and discretion over their opposite genders in a sort of balancing act. The subject novel portrays life of the inhabitants of Gilgat & Baltistan, especially the men who despite being away from their homes for years for earning livelihood for their families not only remain committed to their pristine local traditions and noble values such as hard work, solitude, integrity, decision power and compassion etc., but they also prove faithful to their women folk. Ibrahim, being hero of the novel, symbolizes this phenomenon who despite having been betrayed by his wife Mah Noor doesn't squarely blames her for her faithlessness but rather considers other financial and social factors and compulsions responsible for the same. Therefore, the novelist has successfully attempted to prove the point that in fact such attributes are the masculine social qualities which irrespective of gender qualifies a person, whether a man or a woman, to be admired as "manly" or in other words a responsible, trustworthy and dependable gender bestowed with positive and constructive approach and qualities.*

”خواب گر“ مشہور ناول نگار الطاف فاطمہ کا آخری ناول ہے۔ جو ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس ناول کو ۲۹ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جو پہلی بار فیروز سنز نے ۲۰۰۵ میں لاہور سے شائع کیا۔ اس ناول کے بارے میں الطاف فاطمہ نے پس تحریر میں کسر نفسی سے کام لیتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ ناول اُن کی خواہش اور معیار پر پورا نہیں اُترا۔ تاہم اس مختصر تحریر میں اُنھوں نے یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ اس ناول کو کس طرح معیاری بنانا چاہتی تھیں۔ الطاف فاطمہ کے پائے کی ناول نگار سے کم از کم یہ توقع تو نہیں کی جاسکتی کہ وہ کوئی ایسا ناول تحریر کریں گی جو ادبی حلقوں میں اپنا جائز مقام حاصل نہ کرسکے اور خاص طور پر جب وہ یہ دعویٰ بھی کریں کہ ” برس ہا برس سے اس ناول کی تکمیل میرے ذہن کا حصہ بنی ہوئی تھی۔“ (۱) گویا اس ناول کی کہانی اور پلاٹ برسوں تک اُن کے ذہن میں موجود رہا اور اس ناول کو صفحہ قرطاس پر ظہور کرنے کے لیے کئی برس انتظار کرنا پڑا۔ اس ضمن میں اُن کا کہنا تھا کہ وہ اُس وقت تک قلم نہیں اُٹھاتیں جب تک ناول کے ماحول اور کرداروں کی کیفیت پوری طرح اُن کے ذہن پر طاری نہ ہو جائے۔

مذکور بیان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تخلیق کو برسوں ذہن میں پالنا اور اُس کی پرورش اور پرداخت کرنا الطاف فاطمہ کے تحریری اُسلوب کا خاصا ہے۔ اس لیے ” خواب گر“ کا اُن کے ذہن میں برسوں پرورش پانا کوئی اچھنبے کی بات نہیں ناول کے اُسلوب، کیفیت اور کمیت پر بھرپور بحث کی جاسکتی ہے، ناول کے معیار اور ادبی قدر کو متعین کیا جاسکتا ہے۔ مگر اس کے لیے ایک علیحدہ مقالہ درکار ہوگا اور فی الوقت راقم الحروف ناول کی فنی بحث سے گریز کرتے ہوئے براہ راست موضوع سے سروکار رکھے گی۔

---

[1] اسسٹنٹ پروفیسر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
[2] ڈین فیکلٹی آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز یونیورسٹی آف کراچی، کراچی
[3] معاون تدریس و تحقیق بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

کے الفاظ استعمال کیے جاتے Masculine Gender لغات میں تذکیر کا معنی و مفہوم، مذکر اور مرد ہونے کا دیا جاتا ہے۔(۲) جب کہ انگریزی میں اس کے لیے مردانہ وجاہت اور مردانے پن کو بھی کہا جاتا ہے۔ یہ آدمیوں اور لڑکوں کے رویوں، صفات اور برتاؤ کا مجموعہ Masculinity کے مطابق Wikipedia ہیں۔ ہے۔ بطور سماجی نظام یہ صرف حیاتیات کی روسے جنسی امتیاز کا نام نہیں۔ یہ ایک سماجی رویہ ہے اور مردانگی کے معیارات ثقافتوں، تاریخوں اور مختلف ادوار میں مختلف رہے ہیں۔ یہ بھی بعض اقوال سے ثابت ہے کہ عورت اور مرد ہر دو مردانہ برتاؤ اور صفات کا مظاہر کر سکتے ہیں۔(۳)

تذکیریت کی مکمل طور پر تعریف ادب کی بہت سی دوسری تھیوریز کی طرح ناممکن ہے۔ مغرب اور امریکہ میں مختلف جہات پر تذکیریت کا مطالعہ کیا گیا ہے اور تذکیریت کے مطالعے کے لیے مختلف قسم کے معیارات قائم کیے گئے ہیں۔ مغربی ممالک میں تذکیریت کو بالعموم ایک منفی رویے کے طور پر دیکھنے کا رجحان غالب رہا ہے۔ اس کی وجہ یقیناً مردانہ سماج میں عورت کی مظلومیت کی کلیشے ٹائپ تھیوری ہے جس نے بسا اوقات مرد کو ایک مکروہ صورت میں ہی پیش کیا ہے لیکن ہمیں اپنے سماجی رویوں کو پرکھنے کے لیے مغرب سے درآمد شدہ تمام تھیوریز کو بہت محتاط انداز میں ادب پر لاگو کرنے کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ تھیوری بہ ہر حال سماجی و معاشرتی مسائل ہی سے جنم لیتی ہے اور اس بات میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ مشرق اور مغرب کے سماجی رویوں میں زمین آسمان کا بعد ہے۔

ہمارے ہاں آج بھی فیملی سسٹم ختم نہیں ہوا، کئی کئی افراد مل کر ایک گھر میں رہتے ہیں، اولڈ ہاؤس، ہمارے ہاں ناپسندیدہ ہیں، مرد عورتوں کے لیے کرسی چھوڑ دیتے ہیں، قطار لگی ہو تو عورت کے احترام میں اسے پہلے موقع دیا جاتا ہے، گھر کے اخراجات پورے کرنا اور گھر سے باہر کے تمام کام انجام دینا مرد کی ذمے داری ہے، جو مرد اپنی ذمے داری پوری نہیں کرتا معاشرے میں اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔ غرض ایسی ہی بہت سی باتیں ہیں جو مشرق و مغرب میں سماجی و معاشرتی اعتبار سے بہت مختلف ہیں۔ اس لیے جب "خواب گر" میں تذکیریت کے عناصر کی بات کی جا رہی ہے تو میری مراد ایک ایسا مردانہ سماج نہیں جس میں مرد ظالم و جابر ہے اور وہ ہر وقت اپنی ملوکیت و آمریت سے عورت کو پسماندہ بنائے رکھتا ہے۔ بل کہ میری مراد مغرب کے منفی تصور سے اس طور پر مثبت ہے کہ میں فعالیت، طاقت اور حاکمیت، بے راہ روی، تشدد پسندی کے عنصر کو صنفی امتیاز میں محدود کیے بنا ایک ایسے رویے کے طور پر دیکھنا ہے جو ہر مرد وزن میں ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر گھریلو معاملات میں کسی ایک معاملے پر مرد اپنی بات منواتا ہے تو کسی دوسرے معاملے میں عورت مرد پر حاوی ہو جاتی ہے، اور مرد منفعل ہو جاتا ہے، اسی طرح بسا اوقات کوئی مرد مرد ہوتے ہوئے بھی منفعل ہوتا ہے اور ان تمام صفات سے محروم ہوتا ہے جنھیں تذکیری صفات کہا جاتا ہے جب کہ عورت عورت ہوتے ہوئے بھی ان صفات سے متصف ہو سکتی ہے۔ گویا تذکیریت کسی صنف میں جامد نہیں بل کہ سیال ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مشرقی معاشروں میں بالعموم چوں کہ مردوں پر ذمے داریاں زیادہ عائد ہوتی ہیں۔ اس لیے مردوں میں تذکیریت کا عنصر زیادہ نظر آتا ہے۔

تذکیریت کی روسے 'خواب گر" کا مطالعہ کیا جائے تو بے شک مردوں کے کردار زیادہ حاوی نظر آتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس ناول کا پلاٹ غیر منقسم ہندوستان میں گلگت ،بلتستان کے ان پہاڑی علاقوں میں تیار کیا گیا ہے جہاں زندگی گزارنے کے لیے انسانوں کو بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ آج کے گلگت بلتستان سے بہت مختلف ہے آج کے گلگت بلتستان میں مقامی لوگوں کو اس وقت کی نسبت بہت سہولیات میسر ہیں، وہاں نوکریاں بھی ہیں، تعلیم حاصل کرنے کے لیے اسکول، یونیورسٹیاں، ہیں، لوگ کاروبار کرتے ہیں، زمینی سفری سہولتیں بھی ہیں، ہوائی اڈے بھی موجود ہیں مگر اس زمانے میں ان برف پوش وادیوں میں نہ کاروبار تھا، نہ نوکریاں، نہ تعلیمی ادارے، نہ سفری سہولیات۔ مرد کسب معاش کے لیے میدانی علاقوں کا رخ کرتے تھے جہاں پہنچنے کے لیے انھیں دشوار گزار برفانی راستوں میں کئی کئی ماہ کی مسافت طے کرنا پڑتی تھی۔ قریب کے میدانی علاقوں میں چھوٹی موٹی نوکریاں بھی ان کے لیے غنیمت ہوتی تھیں۔ ہوٹل میں ویٹر کی ملازمت بہت باعزت تصور کی جاتی تھی۔

یہ بے چارے گھروں سے نکلتے تو کئی سال گھروں کا رخ نہ کر سکتے حتا کہ بعض تو بچپن میں قافلوں کے ساتھ جاتے اور جوانی تک انھیں گھر کی دہلیز نصیب نہ ہوتی۔۔ گھروں اور بال بچوں سے دور رہ کر پائی پائی جوڑ کر برسوں بعد وطن واپس لوٹتے تو نئے مسائل ان کے منتظر رہتے لیکن اس کے باوجود ان کی جفاکشی، ہمت، محنت اور نفسی شرافت انھیں سرنگوں نہ ہونے دیتی۔ الطاف فاطمہ نے "خواب گر" میں گلگت بلتستان کے ان ہی شریف النفس اور جفاکش لوگوں کی کہانی بیان کی ہے۔ جو کہانی کے

Vol. 5No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

مرکزی کردار ابرہیم کی وطن واپسی سے شروع ہوتی ہے۔ابراہیم شملہ پہاڑ سے لے کر کشمیر،لداخ اور سکم کے درمیانی فاصلوں،درّوں اترتی چڑھتی ڈھلانوں اور پگڈنڈیوں پر چلتاہوا سکردو سے اپنے آبائی علاقے شگر پہنچتاہے:"وہ تیرہ برس کی عمر میں چاچا علی محمد کے قافلے کے ساتھ نکلا تھااور اب پورا بائیس سال کا ہو کر نیچے سے اوپر کو جارہا تھا۔"(۴)اپنے علاقے کی یادیں اسے اپنے سحر میں لیے ہوئے ہیں۔وہ اپنے ہم وطنوں کی ایمانداری،اخوت،شرافت پر نازاں ہے اور یہ خیالات اس کے ذہن پر حاوی ہیں۔وہ ملا صاحب کو بتاتا ہے کہ:

" میں نے ہندوکش اور قراقرم کے علاقوں اور دروں کا لمبا سفر کیا،پنجاب کے میدانوں،پھر شملے اور نینی تال کے پہاڑوں پر کام کیا،میں نے ہر قسم کے لوگ دیکھے ان سے واسطہ پڑا،بڑے افسر،سرکاری ملازم اور ہر طرح کے لوگ مگر میں اپنے اللہ کی قسم کھا کر کہتاہوں کہ میں نے کبھی اپنی قوم،اپنے ہم وطنوں جیسے لوگ نہیں دیکھے کہ ہم جہاں کہیں ہوتے ہیں اور جس حال میں بھی ہم ویسے ہی رہتے ہیں۔ہم ایک دوسرے کے قریب ہو کر بڑی طمانیت اور تسکین محسوس کرتے ہیں اور خوشی ہو یا غم ایک دوسرے کے شریک حال رہتے ہیں۔میدانوں کے لوگ ہماری عزت کرتے ہیں اور وہاں ہمارا اعتبار اتنا ہے کہ وہ تجوریوں اور گھروں کی چابیاں اور پہرے داریاں ہمیں سونپ کر مگن ہو جاتے ہیں۔"(۵)

اس ناول کا ایک کردار سبحان کاکا جو خود بھی برسوں میدانی علاقوں میں رہ کر آیا ہے زمانے میں رونما ہونے والے انقلابات اور دنیا کے گلوبل ہو جانے سے خائف نظر آتا ہے کیوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں ہونے والی تبدیلیاں مقامی لوگوں سے ان کی نفسی شرافت چھین لیں گی اور ان کی تہذیب و ثقافت زنگ آلود ہو جائے گی۔کاکا سبحان اپنے علاقے کے نوجوانوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

"خدا تمھاری شرافت اور خوبیوں کو بری نظر سے بچائے۔اصل بات یہ ہے کہ ہم یہاں دنیا کی اس چھت تلے محفوظ ہیں اور ہمیں ہمالیہ ،ہندوکش اور قراقرم جیسے اونچے پہاڑوں کا تحفظ حاصل ہے۔اسی لیے ہمارے سارے امتیاز اور قومی اوصاف محفوظ ہیں۔لیکن میں سوچتا ہوں کہ دنیا میں بہت بڑے بڑے انقلاب آرہے ہیں۔۔۔بس ڈرتا ہوں کہ زندگی کی نئی موج اس طرف بڑھے گی تو اپنے ساتھ کیا کیا نہ لائے گی۔ہوس،دھوکہ،مکروفریب،خود غرضی،حسد اور نفرتیں،یاد رکھنا مجھ بوڑھے کی یہ بات کہ تہذیبیں اور قومیں اسی وقت زندہ اور باقی رہتی ہیں جب تک ایسی منحوس لعنتوں کے سائے نہیں پڑتے اور پھر وہ عاد و ثمود کی بستیوں کی طرح صفحہ ہستی سے غائب ہو جاتی ہیں۔"(۶)

مذکور بالا اقتباسات کی روشنی میں اس ناول میں تذکیریت کی بنا پر بہادری،تنہائی پسندی،قائدانہ صلاحیت،جسمانی طاقت،قوت فیصلہ رحم وترحم وغیرہ کے عناصر کا مطالعہ کیا جائے گا کیوں کہ یہاں جبر و تشدد،بے راہ روی،جبریت،جنسیت،شہوت رانی کے عناصر ناپید ہیں۔یہ ناول مردانہ معاشرے کے مثبت رویے سے تشکیل پاتا ہے اور یہاں کا مرد نیک خو اور جفاکش اور ہمدرد ہے۔

اس ناول کا مرکزی کردار ابرہیم ہی نہیں بل کہ ہر مرد جفاکش ہے کیوں کہ اسے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی زندگی کے لیے پہاڑی اور میدانی علاقوں میں سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔یہ مرد میدانی علاقوں میں جا کے بیکریوں،ہوٹلوں،تندوروں،لاری اڈوں اور جابجا پہاڑی علاقوں میں بنتی سڑکوں کی تعمیر میں حصہ لیتے ہیں۔الطاف فاطمہ نے ان محنت کش مردوں کی جفاکشی کا منظر اس طرح کھینچا ہے:

" وہ بلندیوں سے اتر کر دور دراز مسافتیں طے کرتے ہوئے نیچے آتے میدانی علاقوں کے ہل اسٹیشنوں میں چیونٹیوں اور مکھی مچھروں کی طرح پھیل جاتے۔دن رات کی محنت اور مشقت کی بھٹی میں جھونکے رہتے۔چند ہی سال میں ان کا سارا رنگ روپ جھلس کر پیلا،کلچھواں ہو جاتا،

Vol. 5No.3 2021

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

رخساروں کی ہڈیاں ابھر آتیں اور آنکھیں چندھیا جاتیں لیکن فلاکت اور نکبت ان کا پیچھا نہ چھوڑتی۔ایک آسیب کی طرح ان کے وجود سے چمٹی رہتی اور اس کے ساتھ ہی شرافت اور دیانت بھی ان کے وجود سے چمٹی رہتی۔"(۷)

"خواب گر" میں دکھایا گیا گلگت بلتستان کا یہ سماج اس اعتبار سے تذکیری ہے کہ یہاں مردوں کے کردار، فاعل، چست اور حاوی ہیں۔ مرد ہی ہیں جو خواب دیکھنے والے اور اپنے خوابوں کی تعبیر ڈھونڈنے والے اور ان تعبیروں کے لیے مساعی کرنے والے ہیں۔وہ گھروں سے باہر کئی کئی سال کی محنت مشقت صرف اور صرف اس وجہ سے نہیں کرتے کہ اہل خانہ ہی کے لیے سامان شکم مہیا کریں بل کہ وہ اپنے وطن کو بنانا سنوارنا چاہتے ہیں۔اس کی تزئین کرنا چاہتے ہیں کیوں کہ انھیں اپنی اس سرزمین سے بے حد پیار ہے جو انھیں دو وقت کی روٹی بھی ڈھنگ سے مہیا نہیں کر سکتی۔ناول کی کہانی سیدھی سادھی ہے جو اصل میں مرکزی کردار ابراہیم کی کہانی ہے جو گلگت بلتستان کے علاقائی پس منظر میں لکھی گئی ہے۔ابراہیم بہت چھوٹی عمر میں اپنے بڑے بھائی اور خاندان کی کفالت کے لیے اپنے وطن سے دوسرے بہت سے ہم وطنوں کی طرح روزگار کی تلاش میں نکلتا ہے۔کئی سال بعد واپس لوٹتا ہے۔رواج کے مطابق اس کی شادی ماہ خاتون سے ہو جاتی ہے۔ماہ خاتون عورتوں کے اس قبیلے سے تعلق رکھتی ہے جن میں حسد، رقابت، لالچ، ہر طرح کی آسائشوں کی خواہش موجود ہوتی ہے۔ماہ خاتون سے ایک بیٹی پیدا ہوتی ہے۔ابراہیم، ماہ خاتون کے کہنے پر مزید رقم کمانے کے لیے دوبارہ میدانی علاقوں کا رخ کرتا ہے تاکہ اپنی زندگی کو پر سکون اور پر آسائش بنا سکے مگر جب وہ واپس لوٹتا ہے اس کی شریک حیات اپنی کم سن بچی کو چھوڑ کر اپنے بچپن کے منگیتر کے ساتھ اچھی زندگی کی طلب میں گھر سے جا چکی ہوتی ہے۔ابرہیم کو اس کا صدمہ ہوتا ہے مگر وہ اس کا قصوروار بھی خود کو قرار دیتا ہے۔نیک خصلت اور ہمدرد بھابی سکینہ سے اس کا درج ذیل مکالمہ دیکھیے:

"وہ حق بجانب تھی، انتظار کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ایک عورت روٹی کپڑے کے علاوہ کچھ اور بھی چاہتی ہے۔۔۔۔بھابی سکینہ یہ بات تم نہیں سمجھ پاؤ گی۔اس لیے کہ کاکا اسماعیل نے آپ کو آپ کا ہر حق دیا، عزت بھی حفاظت بھی اور سچی بات تو یہ ہے کہ عورت اور زمین دنوں ہی اپنی حفاظت اور حق مانگتی ہیں۔"(۸)

درج بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مردوں میں مثبت اور تعمیری تذکیری خصوصیات سماج کی اہم ضرورت ہیں۔اگر مردوں میں یہ خصوصیات موجود نہ ہوں تو وہ عورت کے لیے کشش نہیں رکھتے گویا کہ مردوں کی تذکیری خصوصیات صرف حیاتیاتی ہی نہیں بل کہ سماجی نکتہ نظر سے بھی عورت کی مجبوری ہیں۔ ہمیں فطرت کے قوانین کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے جو عام طور پر ہم مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ جانوروں پر ہی نظر کر لیجیے۔برفانی علاقوں میں پائی جانی والی بھیڑ بکریوں کی کھال میدانی علاقوں کی بھیڑ بکریوں سے مختلف ہوتی ہے۔یہی معاملہ آواز، رفتار، چال ڈھال، پرواز وغیرہ کا ہے۔حیاتیاتی اصولوں کے مطابق بھی جسمانی ساخت صلاحیتوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔پہاڑی علاقوں میں رہنے والے لوگوں کو زندگی گزارنے کے لیے سخت جدوجہد کرنی پڑتی ہے اس لیے جفاکش ہوتے ہیں ان کے بدن سخت ہوتے ہیں، اسی سبب طبیعت اور مزاج بھی سخت اور درشت ہو جاتے ہیں۔قدرت انھیں ماحول سے نبرد آزما ہونے کے لیے ویسا ہی جسمانی لباس بطور ہتھیار عطا کرتی ہے جس میں انھیں اتارتی ہے۔عورت اور مرد کی جسمانی ساخت میں بہت فرق ہے۔میری اس سے مراد یہ نہیں کہ عورتوں میں مردوں کی نسبت صلاحیتں کم ہیں بلکہ مقصود بیاں یہ ہے کہ جسمانی ساخت میں تمیز و امتیاز کی وجہ سے زندگی کے لیے دونوں کے وظائف الگ ہیں۔ مردوں میں تذکیری خصوصیات کا ہونا اس لیے ناگزیر ہے کہ عورت کو اپنی تانیثی خصوصیات کی معاشرتی و سماجی تکمیل کے لیے ان خصوصیات کی ضرورت ہے۔مثال کے طور پر درج ذیل اقتباس دیکھیے:

"ہاں ہاں مجھے معلوم ہے کہ مجھے اس گھر میں وہ حق اور جگہ کبھی نہیں مل سکتی جو بھابی سکینہ کو مل چکی ہے۔ماہ خاتون غصے سے پیر پٹختی چلی گئی اپنے کمرے میں۔"(۹)

پس منظر یہ ہے کہ ابرہیم جب گھر آیا تھا تو لداخ سے سرخ پتھروں کے جڑاؤ زیور لایا تھا۔یہ زیور اس نے بھابی سکینہ، اپنی بیٹی ماہ رو اور بیوی ماہ خاتون کے لیے خریدے تھے اور ماہ خاتون ساری چیزیں خود سمیٹ لینا چاہتی تھی۔ اب اس اقتباس کو نفسیاتی طور پر دیکھیے تو ناپسندیدہ ہونے کے باوجود بھی ماہ خاتون کا یہ رویہ ایک خاص طرح کی دل لگی

Vol. 5No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

نظر آتا ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ اس کا شوہر اس سے بے پناہ پیار کرے، اس کے شوہر پر صرف اسی کا حق ہے، اس کی لائی ہوئی ہار سنگھار کی ہر چیز اس کی شریک حیات کے لیے ہونی چاہیے۔ اب وہ روٹھ کر کمرے میں جائے اور شوہر پیچھے کمرے میں آکر اسے منائے۔ غرض یہ کہ تانیثیت کا فائدہ دے کر ماہ خاتون کے اس رویے کی ہزار توجیہات پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اس طرح کا رویہ کسی بھی معاشرے میں مرد کے لیے مذموم قرار پائے گا اور اس لہجے میں وہ پیر پٹختا ہوا اور ایسے الفاظ دہراتا ہوا کمرے سے نکل کر کمرہ بند کرلے گا تو یہ عمل غیر فطری نظر آئے گا۔

یہاں یہ بات بھی خصوصی طور پر قابل توجہ ہے کہ ناول نگار خود ایک خاتون ہیں اور انھوں نے سماج میں تذکیریت کے مثبت عنصر کو سماج بہتر تشکیل کے لیے ایک اہم مسئلہ قرار دیا ہے۔ ماہ خاتون کا شادی شدہ ہوتے ہوئے بھی اپنے آشنا مہدی کے ساتھ بھاگ جانا، باوجود یہ کہ ابراہیم اس کی خواہش پر میدانی علاقے میں رقم اکھٹی کرنے جاتا ہے تا کہ وہ الگ گھر میں ایک بہتر زندگی گزار سکیں، اس بات کا بین ثبوت ہے کہ تذکیریت حیاتیاتی ہو یا سماجیاتی عورت کی تکمیل کے لیے اشد ضروری ہے ورنہ سماج میں عدم توازن پیدا ہو جاتا ہے اور تمام بگاڑ عدم توازن ہی کا شاخسانہ ہوا کرتے ہیں۔

قرآن حکیم میں مردوں کو حاکم قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے الرجال قومون النسآ (۱۰) قوام، قیام، قیم عربی زبان میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام اور نظام کے چلانے کا ذمے دار ہو۔ اسی لیے اس آیت کے ترجمے میں عمومی طور پر حاکم کا لفظ استعمال کر دیا جاتا ہے۔ یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر اجتماعی نظام کو چلانے کے لیے عملاً ایک حاکم یا امیر کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ اختلاف کے وقت اس کا فیصلہ مانا جائے۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک سلطنت کو چلانے کے لیے ایک حکمران کی ضروت ہوتی ہے۔ یا قبائلی نظام میں کوئی نہ کوئی سردار ہوتا ہے۔ اسلامی نظام میں مردوں کو اس لیے نظام چلانے کی ذمے داری دی جاتی ہے کہ اس کے جسمانی اعضا اور قویٰ عورتوں اور بچوں کی نسبت زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں مردوں میں یہ خصوصیات جنھیں بجا طور پر تذکیری خصوصیات کہنا چاہیے موجود نہیں ہوتیں وہاں عورتیں حکمران بن جاتی ہیں اور تذکیری خصوصیات کی بنا پر فاعل اور حاوی ہو جاتی ہیں جب کہ مرد دب جاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں تذکیری خصوصیات ڈھلان پاتے ہی سیال کی طرح بہ جاتی ہیں۔ اس لیے ہمیں سماجیاتی مطالعوں میں ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ تذکیری خصوصیات مذموم نہیں، یہ تانیثیت کے وجود کے لیے لازم ہیں، جانچ ان کی کیفیت وکمیت اور افادی اور غیر افادی پہلوؤں کے اعتبار سے ہونی چاہیے نہ کہ پہلے سے ایک منفی رویے کے تحت تھیوری بنا کر اس کی سان پر ہر قسم کے ادب کو چڑھا دینا چاہیے۔

میں نے اوپر مشرقی اور مغربی حوالوں سے بھی تذکیریت پر غور کرنے کا ذکر کیا ہے۔ یہاں اس حوالے سے کچھ وضاحت مزید کرنا ضروری ہے کہ مشرق کے متاہلانہ اور خاندانی نظام میں مرد ہی کو ہر قسم کا ذمے دار سمجھا جاتا ہے۔ خواتین ملازمت کرتی ہیں اور گھر کی معیشت کو مستحکم کرنے میں شوہروں کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ اس کے لیے انھیں گھر سے باہر مختلف رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن ان میں صرف مردوں کی ہوسناکی ہی نہیں ہوتی، عورت کا خود عورت سے حسد کا معاملہ بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ عورت کو مرد کے خلاف ہمیشہ شکایت رہی ہے اور جائز رہی ہے لیکن وہ بھی تو عورت ہی ہے جو نوکری کے حصول میں اس کے لیے رکاوٹ ڈالتی ہے، ترقی کی راہ میں مزاحم ہوتی ہے، خواہ وہ ساس، نند ہو یا دفتر میں ساتھ کام کرنے والی کولیگ۔ بہر حال اگر عورت گھر سے کام کے لیے نہیں نکلتی تو یہ ناپسندیدہ نہیں ہے کیوں کہ کسب معاش مشرقی سماج میں عورت کی ذمے داری نہیں ہے۔ اس کا ذمے دار مرد ہے۔ اسے نوکری بھی کرنی ہے، گھر بھی چلانا ہے، بیوی کا نان نفقہ اور بچوں کے اخراجات بھی پورے کرنے ہیں اگر وہ یہ سب نہیں کرے گا تو قابل تعریف مرد نہیں ہے۔ وہ سماج کی نظروں میں مرد سے مردود ہو جاتا ہے۔ وہ عورت پر زور زبردستی نہیں کر سکتا کہ وہ اخلاقی طور پر ہی سہی کسب معاش میں اس کا ہاتھ بٹائے۔ اسی لیے ماہ رو زمینوں پر کام کرنے سے انکار کر دیتی ہے تو قابل نفرین قرار نہیں پاتی کیوں کہ کسب معاش اس کی ذمے داری نہیں ہے:

> " زمینوں کی حالت بھی کچھ اچھی نہ تھی اس لیے کہ ماہ رو نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ زمین پر بالکل کام نہیں کرے گی، اس کا خیال تھا کہ اس کا شوہر خود تو موج میلے میں ہے اور اب چاہتا ہے کہ وہ زمین پر کام کرے۔"(۱۱)

Vol. 5No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ماہ روکا یہ سمجھنا کہ اس کا شوہر شہر میں موج میلے کر رہا ہے، اسی ذہنی رویے کا عکاس ہے جو مردوں کے بارے میں بالعموم تذکیری تھیوری کی بدولت لاشعوری طور پر قائم ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ علی مردان صرف اپنے اہل وعیال کی کفالت کے لیے ایک خوبصورت بیوی، گول مٹول حسین بچے اور اپنے محبوب وطن سے جدائی کی تکلیف برداشت کر رہا ہے۔ بہ ہر حال مرد کے لیے ایک طرح کا سماجی جبر ہے کہ اس میں تذکیریت کے عناصر موجود ہوں اگر اس میں یہ عناصر موجود نہیں ہیں تو وہ سماج کی تشکیل میں اپنا کردار پوری طرح ادا نہیں کر رہا۔

ابراہیم سماج کے لیے ایک عضو معطل نہیں بننا چاہتا۔ وہ بیوی کی بے وفائی پر کڑھنے کی بجائے ہمت اور حوصلے کا پیکر بن کر ، اپنی بچی کو اپنی ہمدرد بھابی کے حوالے کرکے دوبارہ میدانوں کی طرف نکل جاتا ہے۔ پہاڑوں کی مسافت کے دوران اس کی ملاقات ایک گورے فریڈرک ہسٹن سے ہو جاتی ہے جس کی بیوی بھی اپنے بچوں کو چھوڑ کے کسی آشنا کے ساتھ نکل جاتی ہے۔

فریڈرک ابرہیم کو ملازم رکھ لیتا ہے۔ یہاں ابراہیم کی کہانی میں فریڈرک اور اس کے دو بچوں کی کہانی بھی شامل ہو جاتی ہے۔ ابرہیم فریڈرک کے بچوں کی پرورش کرتا ہے۔ وہ فریڈرک کی موت تک اسی کے ساتھ رہتا ہے۔ دوسری طرف اس کی اپنی بیٹی کی شادی بڑے بھائی کے بیٹے علی مردان سے ہو جاتی ہے مگر اس کی بیٹی ماہ رو بھی ماں کے نقش قدم پر چلتی ہے۔ اس کا شوہر علی مردان پردیس میں اپنی متاہلانہ زندگی کو پر آسائش بنانے کے لیے رقم جمع کرنے میں مصروف ہے ادھر اس کی بیوی شاہ رخ نامی ایک آسودہ حال شخص سے تعلقات قائم کر لیتی ہے۔ ایک روز اس کا بیٹا خلیل اپنی ماں اور شاہ رخ کو بند کمرے میں دیکھ لیتا ہے۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔ وہ چپ چاپ دروازہ بند کرکے باہر سے کنڈی لگا دیتا ہے اور متاسف ہو کر صحن کے دروازے پر جا بیٹھتا ہے۔ لوگوں کے پوچھنے پر وہ انھیں اندر جا کے دیکھنے کا کہتا ہے۔ اب شاہ رخ اور ماہ رو لوگوں کے سامنے مجرم بنے کھڑے ہیں مگر شریف النفس لوگ اب بھی انھیں قصوروار ٹھہرانے کی بجائے شیطان کو دوش دیتے ہیں۔ عین اسی وقت علی مراد بھی واپس آجاتا ہے۔ وہ ساری صورتحال پر یہ تبصرہ کرتا ہے:

> ”یہ سب غلطی ہماری غربت اور بدحالی کی ہے۔ عورت مجبور بے بس اور بہت کمزور ہوتی ہے۔ میری اپنی غلطی ہے کہ میں پیسہ کمانے کی دھن میں اپنی بوڑھی ماں اور جوان بیوی کو اکیلا چھوڑ کر چلا گیا اور پھر ان کی خبر گیری نہ کر سکا۔ یہ عورت بھی جوان تھی اور ضرورت مند بھی۔ ہاں البتہ شاہ رخ کو اس کی تنہا جوانی اور ضرورت سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔“(۱۲)

درج بالا اقتباس میں دیکھا جا سکتا ہے کہ عورت کو یہاں بھی عورت ہونے کا فائدہ مل رہا ہے اور قصوروار شاہ رخ کو قرار دیا جا رہا ہے اور اسے قصوروار قرار دینے والا بھی ایک مرد ہی ہے اور وہ مرد جو ایک شوہر بھی ہے دوسرے لوگوں کے سامنے ایک طرح سے اپنی بیوی کا دفاع کر رہا ہے اور اسے بے قصور قرار دیتے ہوئے اپنے قصوروار ہونے کا اعتراف کر رہا ہے۔ علی مردان، ماہ رو کو ایک طرف لے جا کر تاکہ وہ اہل محلہ کے سامنے شرمندہ نہ ہو، صرف اتنا کہتا ہے کہ کم سے کم اپنے دس سال کے بچے کا خیال کیا ہوتا۔ اس کے بعد وہ اسے اپنی پھوپھی فاطمہ کے حوالے کر دیتا ہے کہ چار مہینے کی عدت گزارنے کے بعد اس کا نکاح شاہ رخ سے کر دیا جائے اور ساتھ ہی چار مہینے عدت کا جیب خرچ بھی دیتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ تذکیریت کے تحت مردوں میں بے راہ روی کا مطالعہ کیا جاتا ہے لیکن اگر بے راہ روی تذکیری خصوصیت ہے تو اسے مردوں کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ اس ناول میں بے راہ روی کا شکار ہونے والی عورتیں ہیں چاہے وہ فریڈرک کی بیوی ہو ابراہیم کی یا علی مردان کی۔ چناں چہ ضروری ہے کہ اگر بے راہ روی کو تذکیری خصوصیت شمار کیا جائے تو اسے صرف مردوں پر محمول کیا جانا درست نہیں ہے۔

ابراہیم کا انتقال ہو جاتا ہے اور پھر یہ کہانی علی مردان اور اس کے بیٹے کے ذریعے آگے بڑھتی ہے۔ علی مردان اپنے باپ اور چچا کی طرح روزگار کی تلاش میں میدانی علاقوں میں نکل جاتا ہے اور ایک طویل عرصے کی مشقت کے بعد اپنے بیٹے کو ڈاکٹر بنا کے واپس وطن لوٹ آتا ہے تاکہ اپنے وطن میں اسپتال قائم کرکے مقامی لوگوں کی خدمت کر سکے۔ بیچ میں اکا دکا چھوٹی چھوٹی اور کہانیاں بھی پلاٹ میں گُتھی ہوئی ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

اس ناول کی کہانی سے زیادہ، اس کہانی کا ماحول اور سماج اہم ہے جس میں اسے تشکیل دیا گیا ہے۔ اس کہانی کی اہمیت پہاڑی بلتیوں کے ماحول اور جفاکشی، ہمت اور دلیری کی بدولت ہے۔ ان کی شرافت نفسی اور ہر حال میں اپنے قبیلے اور وطن سے وفاداری کی بنا پر ہے۔ ناول کے تذکیری مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تذکیری خصوصیات سماج میں سیال کی حیثیت رکھتی ہیں اور اپنے لیے مضبوط ظرف کی تلاش میں رہتی ہیں یہ ظرف مرد کی ساخت میں میسر ہو یا عورت کی۔ انھیں جہاں ڈھلان مل جائے وہیں بہ جاتی ہیں۔ ناول نگار نے خوب اچھی طرح ماحول میں رچ بس کر اس کہانی کو رقم کیا ہے۔ اس کی فضا چوں کہ روایتی نہیں ہے۔ شاید اسی لیے ناول نگار کو منظر کشی میں خاصی دقت کا سامنا بھی کرنا پڑا ہوگا۔ کیوں کہ قلم بھی عام طور آدمی ہی طرح دیکھے بھالے راستوں پر زیادہ تیزی سے ڈوڑتا ہے۔

**حوالہ جات**


۱۔ فاطمہ، الطاف، ''پس تحریر''، مشمولہ، ''خواب گر''(لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، ۲۰۰۵)، ص:۷

۲۔ سرہندی، وارث، '' علمی اردو لغیت''(لاہور، علمی کتب خانہ، سن ندارد)، ص:۳۰۹

۳۔https://ur.wikipedia.org/wiki بتاریخ ۲۶ جون، بہ روز ہفتہ، دن ۱:۰۷

۴۔ فاطمہ، الطاف، ''خواب گر''، ص:۱۹۔۲۰

۵۔ ایضاً، :۱۸۔۱۹

۶۔ ایضاً، ص:۱۹

۷۔ ایضاً، ص:۴۹

۸۔ ایضاً، ص:۴۰

۹۔ ایضا، ص:۳۰

۱۰۔ قران (۵:۴۳)

۱۱۔ ''خواب گر''، ص:۲۵۳

۱۲۔ ایضاً، ص:۲۸۲